کابینہ نے محترمہ بے نظیر بھٹو کی زیر صدارت اجلاس میں فیصلہ کیا ہے کہ گستاخِ رسول ﷺ کے لیے موت کی سزا کے قانون میں ترمیم کی جائے گی اور موت کی سزا کو دس سال قید میں تبدیل کر دیا جائے گا جس کے لیے وفاقی وزارتِ قانون کو قومی اسمبلی میں باضابطہ بل پیش کرنے کی ہدایت کر دی گئی ہے۔

اس کے ساتھ ہی بی۔ بی۔ سی، وائس آف امریکہ اور آل انڈیا ریڈیو سمیت بیرونی لابیوں اور ذرائع ابلاغ نے گستاخِ رسول ﷺ کے لیے موت کی سزا کے قانون اور رتہ دوبڑ کیس کے حوالہ سے پاکستان کے دینی حلقوں کے خلاف نفرت انگیز پراپیگنڈا کی مہم تیز کر دی ہے اور اس سلسلہ میں مسلسل گمراہ کن پروگرام نشر کیے جا رہے ہیں۔ (روز نامہ "خبریں"، اسلام آباد۔ ۱۲ اپریل ۱۹۹۴ء)

وطنِ عزیز میں مسیحیوں کی حالت

[مسیحی برادری یا اس کے اہلِ فکر اپنی اقتصادی حالت کے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ "کاتھولک نقیب" کے زیر نظر مضمون سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ مضمون نگار نے جو اعداد و شمار دیے ہیں، انہوں نے ان کے ماخذ کا کوئی ذکر نہیں کیا، اس لیے ان اعداد و شمار کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا، تاہم یہ تصویر کا ایک رخ ضرور پیش کرتے ہیں۔ مدیر]

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں کل مسیحیوں کی تعداد ۳۶ لاکھ ہے۔ اگرچہ مسیحیوں کی کل تعداد وطن عزیز میں اس سے کہیں زیادہ ہے، کیونکہ گنتی کرتے وقت مسیحیوں کی کل آبادی کو گنا نہیں جاتا اور ایک اندازے کے مطابق مسیحیوں کی ۱۲۷۰ کچی بستیاں ہیں جن کی سرے سے گنتی ہی نہیں ہوئی ہے، تاہم جو مسیحی پاکستان میں بستے ہیں، وہ اس ملک کے وفادار شہری ہیں۔ وہ اس ملک میں پیدا ہوئے اور یہاں ہی مریں گے۔ معاشی طور پر مسیحیوں کے حالات تسلی بخش نہیں ہیں۔ اس کے ذمہ دار دوسرے عوامل کے ساتھ ساتھ خود مسیحی بھی ہیں، کیونکہ ۳۶ لاکھ میں سے صرف ۱۲ لاکھ کام کرتے ہیں، حالانکہ خدا نے بھی پورے چھ دن کام کیا اور ساتویں دن آرام کیا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسیحی لوگ ماسوائے چند کے چھ دن آرام کرتے ہیں اور صرف ایک دن کام کرتے ہیں۔ آج کل خاص طور پر نوجوانوں کا رجحان قابلِ افسوس ہے جو ہر محلے گلی میں کام کرنے کی بجائے آوارہ گھومتے اور وقت ضائع کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ پڑھنے کی بجائے [گھومنے] اور کام نہ ملنے کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالتے ہیں۔ کام سے جی چراتے ہیں اور مقابلہ کی دوڑ میں حصہ لینے کی بجائے دوسروں کو اس کا موردِ الزام ٹھہراتے ہیں مثلاً کبھی حکومت کو اور کبھی مشنری اداروں کو۔ حالانکہ تلاش اور محنت سے یہ سب کچھ حاصل

کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اس میں مشکلات ضرور ہیں مگر ناممکن نہیں ہے۔ اگر تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دی جائے تو اچھا روزگار مل سکتا ہے۔ مسیحی قوم کو صفائی اور بھٹہ مزدور یا دیگر اس طرح کے کام کرنے پڑتے ہیں، کیونکہ مسیحی قوم کا تعلیمی معیار تقریباً ۲ فیصد ہے۔

پاکستان میں ۳۳ فیصد غیر ہنر مند (Unskilled) اور ۲۴ فیصد کاشتکار مسیحی ہیں، لیکن جو کاشتکار ہیں، ان کے پاس زمین بہت کم ہے جو آہستہ آہستہ نسل در نسل تقسیم ہونے سے ختم ہو رہی ہے۔ اور حکومت کی طرف سے آئندہ زمینوں کی الاٹمنٹ خاص طور پر مسیحیوں کے لیے بالکل نہیں ہو رہی، لہذا عام طور پر مسیحی کاشتکار شہروں کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور مزید بے روزگاری اور دیگر مسائل کا سبب بنتے ہیں۔

جہاں تک سرکاری ملازم ہونے کا تعلق ہے، ایک اندازے کے مطابق وفاقی حکومت میں تقریباً ۲ لاکھ ۷۰ ہزار کل ملازمین ہیں جن میں ۱۷۶۰ کے قریب مسیحی ملازم ہیں۔ ان میں زیادہ تر گریڈ ایک میں یعنی بطور خاکروب کام کرتے ہیں اور باقی کلریکل جاب۔ افسران کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ مشنری ادارے اور دیگر صاحب ثروت حضرات روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آئیں اور مناسب کارخانے وغیرہ قائم کر کے مسیحی نوجوانوں کی مدد کریں۔ دوسرے عام سادہ تعلیم حاصل کرنے کی بجائے مسیحیوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو ٹیکنیکل تعلیم (Technical Education) دلوائیں کہ مناسب روزگار مل سکے۔ اور جو لڑکے کسی وجہ سے پڑھ نہیں سکتے، وہ چھوٹے پیشوں کو مثلاً حجام، دھوبی، درزی، مستری وغیرہ کے کام اختیار کریں تاکہ کم از کم صفائی کے کام سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔ اور جو بچے پڑھتے ہیں، ان کی مناسب طریقے سے مدد کریں تاکہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں اور نہ صرف ملک میں بلکہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انہیں بیرون ملک بھیجنا چاہیے، بلکہ صاحب ثروت مسیحی حضرات اور سیاسی لیڈروں کو بھی اپنا رول ادا کرنا چاہیے اور سیاسی لیڈر صاحبان کو پڑھے لکھے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی تلاش روزگار میں مدد کرنی چاہیے۔ اور جہاں مسیحیوں کی تعداد زیادہ ہے یا شہروں کی سطح پر ایسی سوسائٹیاں (Societies) قائم کی جائیں جو اپنی مدد آپ کے تحت روزگار کے مواقع پیدا کر سکیں اور پاکستان میں مسیحیوں کی حالت اور مستقبل بہتر ہو سکے۔ اور ہمیں پورے چھ دن کام کرنا چاہیے اور صرف ایک دن آرام کے ساتھ خدا کی عبادت میں گزارنا چاہیے تاکہ غربت اور جہالت دُور ہو سکے۔ (پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" - ۱۶ تا ۳۱ مارچ ۱۹۹۴ء)